حیاتِ طیبہ

سوانح عمری

شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ

تالیف

مرزا حیرت دہلوی ؒ

ناشر

ادارۂ ترجمان السنہ

۷، ایبک روڈ۔ انار کلی، لاہور

ہی سے اپنے مظلوم بھائیوں کا انتقام لینا تھا جن کے قابل رحم مظالم کا بیان ہم مولانا شہیدؒ کی سوانح میں بیان کر چکے ہیں۔

اس دوسرے گشت کے بعد سید صاحب معہ چند دوستوں یا اپنے مریدوں کے ۹ شعبان ۱۲۳۹ھ اپنے وطن میں علی الصباح داخل ہو گئے۔ بعض دوستوں نے تہنیت نامے پیش کئے، بعض نے قصائد پڑھے اور بعض نے نذریں دیں۔ ایک عجیب سماں بندھ گیا۔

سید احمد صاحبؒ نے عام طور پر وعظ کہنے سے اپنے مریدوں کو ہر شہر میں یہ اجازت دی کہ سکھوں پر جہاد کرنے کے وعظ ہوں۔ اکثر شہروں میں وعظ ہونے شروع ہو گئے۔ کیا تو لوگوں کے دلوں میں تحریک جہاد پھیل رہی تھی، اب عام طور پر ظاہر ہونے لگی اور سید صاحب کے پاس مجاہدین جمع ہونے لگے۔ سید احمد صاحب نے مولانا شہید کے مشورہ سے شیخ غلام علی رئیس الہ آباد کی معرفت لیفٹنٹ گورنر ممالک مغربی شمالی کی خدمت میں اطلاع دی کہ ہم لوگ سکھوں پر جہاد کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ سرکار کو تو اس میں کچھ اعتراض نہیں ہے۔ لیفٹنٹ گورنر نے صاف لکھ دیا کہ ہماری عملداری میں امن میں خلل نہ پڑے۔ ہمیں کچھ سروکار نہیں نہ ہم ایسی تیاری کے مانع ہیں۔ یہ تمام یقینی ثبوت صاف صاف اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ جہاد صرف سکھوں ہی کے لئے مخصوص تھا۔ سرکار انگریزی سے مسلمانوں کو ہرگز مخاصمت نہ تھی۔ مولانا شہید کے سوانح عمری میں تمام جنگوں کا حال مفصل طور پر بیان ہو چکا ہے۔ ان کا اعادہ کرنا محض تحصیل حاصل ہے اس لئے میں کچھ اور خاص باتیں بیان کرنا چاہتا ہوں جن سے سید صاحب کی ذات کو خاص تعلق ہے۔ اور شاہ عبدالعزیز صاحب کے خاندان کو بھی بہت کچھ اس کے ساتھ لگاؤ ہے۔

یہ ذرا غور سے سننے کی بات ہے کہ سید احمد صاحبؒ نے جب سکھوں پر جہاد کا ارادہ کیا ہے تو ان کے پاس چار سو سے زیادہ آدمی نہ تھے۔ ہر شخص جسے جنگی معاملات سے کچھ بھی آگاہی ہے یہ دلیری اسے متحیر اور مجنونانہ معلوم ہو گی۔ رنجیت سنگھ شیر پنجاب کی جنگی قوت کی دھاک تمام ہندوستان پر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ کسی سے دبتا نہ تھا۔ سرکار انگریزی کو کابل کا جب راستہ دیا ہے تب روپیہ محصول زمین کا لے لیا۔ گورنمنٹ انگلشیہ نے بھی رنجیت سنگھ کی ایک بڑی فوجی قوت تسلیم کر لی تھی اور ساتھ ہی اس کے افغانستان پر متعدد فتوحات حاصل ہونے کے بعد اور بھی اس کا دبدبہ چمک گیا تھا اور اس کی فوجی قوت کی دھاک غیر و ہند کی سرحدوں سے وابستہ کر رہا

بالحدیث بن گئے۔

اس عرصہ میں ایک بار اور بھی سید احمد صاحب کو اپنے وطن میں جانے کا اتفاق ہوا کیونکہ آپ کے بھائی کا انتقال ہو گیا تھا چند ماہ تک اپنے وطن میں رہے اور پھر پٹنہ اور کلکتہ کے سفر میں روانہ ہوئے مولانا محمد اسمعیل صاحب اور مولوی عبدالحی صاحب ہمراہ تھے۔ یہاں ایک شخص عبدالرحیم نام دہریہ رہتا تھا جو شاہ عبدالعزیز صاحب کا بھی شاگرد تھا۔ اور مذہبی علوم میں بھی کامل مہارت رکھتا تھا مگر اسے خدا سے انکار تھا اس نے مولانا محمد اسمعیل صاحب سے جو عبدالرحیم کہتے تھے، سے بھی دو دن مناظرے ہوتے رہے گو وہ ساکت تو ہو گیا مگر اپنے دہریہ پنے سے باز نہ آیا کلکتہ میں جب مولانا محمد اسمعیل صاحب نے جہاد کا وعظ فرمانا شروع کیا ہے اور سکھوں کے مظالم کی کیفیت پیش کی ہے تو ایک شخص نے دریافت کیا آپ انگریزوں پر جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے آپ نے جواب دیا ان پر جہاد کسی طرح واجب نہیں ہے ایک تو ان کی رعیت ہیں دوسرے ہمارے مذہبی ارکان کے ادا کرنے میں وہ ذرا بھی دست اندازی نہیں کرتے۔ ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح آزادی ہے بلکہ اگر ان پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں۔

سید احمد صاحب نے سکھوں پر جہاد کرنے کے لئے روپیہ جمع کرنے کے واسطے مختلف شہروں میں خلیفہ مقرر کئے ان کا یہ کام تھا کہ در قصبہ اور گاؤں بگاؤں وعظ کہتے پھریں اور سکھوں سے جہاد کرنے کے لئے روپیہ جمع کریں۔ چندہ جمع کرنے والوں کا دارالخلافہ پٹنہ کو سمجھنا چاہیئے جہاں سب سے زیادہ گرمجوشی سے چندہ جمع ہوا تھا اور بنگال کا ایک حصہ اپنی جان و دھن قربان کرنے کو آمادہ تھا۔

ابھی مجاہدین اور روپیہ جمع ہونے کے لئے ایک عرصہ دراز کی ضرورت تھی۔ اس لئے یہ بہتر سمجھا گیا کہ حج بیت اللہ ہی کر آنا چاہیئے۔ جب تک سید صاحب کے خلفا چندہ اور آدمی جمع کرتے رہیں گے۔

چنانچہ یکم شوال ۱۲۳۶ھ بروز عید الفطر بعد ادائے نماز عید بریلی سے بارادۂ حج روانہ ہوئے آپ کے ہمراہیوں کی تعداد مع عورتوں اور بچوں کے چارسو سے زیادہ نہ تھی۔ اس قافلہ کا خرچ کچھ سید صاحب کے ذمہ تھا اور بعض مالدار لوگ اپنے آپ کفیل تھے۔ مگر سید صاحب نے فرما دیا تھا کہ ہم سارے قافلہ کا خرچ اٹھائیں گے۔ کوئی شخص ایک پیسہ بھی نہ خرچ کرے۔ آئندہ وقت پر

ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ

[illegible]

مخزن احمدی

۱۲۹۹ھ

[illegible]

در مطبع عام مفید آگرہ زیور طبع پوشید

و بعضی بی قبول کشتی برای گم‌بانی جا داشتند بخدمت حضرت عرض نمودند که ... مشغول

در مسافت بعید تا این وقت می‌ساختند و بعضی عرض نمودند که ... این جواب

شاید بجزم ... می‌آید دیگری گفت که اغلب است که این گروه ... شاید

کنار مظفر ... ایام بجنگال ... بر دریا آورده ... دیگری گفت که ...

کسی باشد که از کیفیت ... دیگری ... و الحال این ... منقطع ... دیگر ... ساعتی

گذشته ... که ... با ایشان ... رسانیدند که ... یک ... رسید ... گفتگو بود

... که اگر ... برای ... چند ... از ... متصل کشتی رسید ...

که پادری صاحب کجاست حضرت ... کشتی جواب دادند که اینجا موجود ... تشریف ...

فی الفور ... اسپ ... آمده ... و ... خود ... کشتی ... رسید ...

... عرض ... که ... قافله شریف ...

... که اغلب که حضرت ... قافله ... ملکان ...

شد ... برای ترتیب ... تا غروب آفتاب ...

چون ... حضرت ... امور ... ساختند تا آن ...

از ... ایشان ... خود ... بگیرند ... امور ... حسب الامر

آورده ... قافله تقسیم ساختند ... ساعت ... آن ... رخصت ...

رخصت خواستند و ... چون ... از حال ... معلوم گردید که ...

... بنام ... توکل ... که از برکت او

ہندوستان کا سیاسی نقشہ

جناب سید احمد بریلوی کے سکھوں کے خلاف اعلانِ جنگ سے پیشتر ہندوستان جن سیاسی حالات سے دوچار تھا اس کی حقیقت غلام رسول مہر کے حسب ذیل بیان سے منکشف ہوتی ہے:۔

سید صاحب کی ولادت سے کم و بیش تیس برس پیشتر ایک اجنبی قوت نے ہندوستان میں قدم جما لیے تھے یہ انگریز تھے جو تاجروں کے بھیس میں آئے تھے ملکی حاکموں کی بدعملیوں نے ان میں حکمرانی کے ولولے پیدا کر دیئے۔ سب سے پہلے کرناٹک، بنگال، بہار اور اڑیسہ ان کے زیر اثر آگئے۔ جب انہوں نے مرہٹوں اور نظام کو ساتھ ملا کر سلطنت میسور کو ختم کیا۔ اُدھر سے فارغ ہوئے تو مرہٹوں، نظام اور اودھ پر توجہ مبذول کی۔ تھوڑے ہی دنوں میں سب کو امدادی فوجی نظام کی زنجیروں میں جکڑ کر بے دست و پا بنا دیا۔ پھر دہلی پہنچے تو اسی تخت کے مختار کل بن گئے جو پورے ہندوستان کی اطاعت و انقیاد کا سرچشمہ تھی۔ سید صاحب کے ہوش سنبھالنے سے پہلے یہ سب کچھ پورا ہو چکا تھا۔ یہ حقیقت محتاج بیان نہیں کہ اسلامی حکومت

کے احیاء کا خواب دیکھنے والے ہر شخص پر واضح تھا کہ انگریزوں کی قوت سے ٹکرانے اور اسے پاش پاش کیے بغیر ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھایا جا سکتا۔[۱]

مولانا مہر کے مندرجہ بالا بیان سے پتہ چلتا ہے کہ سکھوں کے خلاف سید صاحب کے اعلانِ جنگ سے قبل انگریز، ہندوستان کے بہت بڑے علاقے پر قابض ہو چکے تھے یہ امر حیران کن ہے کہ سید صاحب نے ہندوستانی مسلمانوں کو انگریزوں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر سرحد میں جا کر سکھوں کے خلاف جنگ کرنے کی ضرورت کیوں محسوس کی؟ بعض حلقے سید صاحب کے اس اقدام کے جواز میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ سید صاحب نے سنا تھا کہ سکھ سرحدی مسلمانوں پر ظلم کر رہے ہیں اس لیے سید صاحب نے سکھوں سے انتقام لینے کے لیے سرحد جا کر سکھوں سے جنگ شروع کر دی۔ اوّل تو یہ دلیل اتنی کمزور ہے کہ اسے کوئی سمجھدار انسان تسلیم نہیں کر سکتا۔ کیونکہ سید صاحب کے وطن میں انگریز ظلم ڈھا رہے تھے اور سید صاحب انہیں نظر انداز کر کے اپنے وطن سے سینکڑوں میل دُور سکھوں سے لڑنے چلے جاتے ہیں دوم مولانا غلام رسول مہر تو سید صاحب کے اعلانِ جنگ کی اس وجہ کو تسلیم ہی نہیں کرتے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

"بعض سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ رامپور میں افغانوں نے آپ کو مسلمانوں پر سکھوں کے ظلم و ستم کی داستانیں سنائی تھیں اور یہ سن کر آپ نے سکھوں کے خلاف جہاد کا فیصلہ کر دیا۔

۱؎ سید احمد شہید ص ۸۶

یہ محض سوانح نگاروں کے تخیل کا کرشمہ ہے سید صاحب اس سے بہت پہلے جہاد کا پختہ فیصلہ کر چکے تھے اور اس کی غرض و غایت یہ تھی کہ ہندوستان میں اسلامی حکومت قائم کریں۔ ....

سید صاحب کے نزدیک جہاد کا پہلا ہدف انگریز تھے جو ہندوستان کے بہت بڑے علاقے پر قابض ہو چکے تھے۔ سکھوں سے بھی جہاد ضروری تھا لیکن وہ انگریزوں سے پہلے نہ آتے تھے۔ ؎

مولانا مہر کے مندرجہ بالا بیان سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ سکھوں سے پہلے انگریزوں سے جنگ ضروری تھی لیکن سید صاحب نے سکھوں سے جنگ شروع کر دی۔ سید صاحب نے سکھوں سے اس لیے جنگ شروع نہیں کی کہ وہ مسلمانوں پر ظلم کرتے تھے بلکہ سید صاحب کی اس جنگ کا مقصد ہندوستان میں اسلامی حکومت کا قیام تھا۔ یہ عجیب بات ہے کہ سید صاحب ہندوستانی مسلمانوں کو انگریزوں کی غلامی میں چھوڑ کر اسلامی حکومت قائم کرنے کے خواب کی تعبیر ڈھونڈنے سرحد چلے گئے۔ اس ضمن میں ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب انگریز عملی طور پر سارے ہندوستان کا مالک تھا تو اس نے سید صاحب کو اپنے مقبوضات اور زیر اثر علاقوں میں جہاد کی آزادانہ تبلیغ کی اجازت کیوں کر دی اور ان کی تحریک اور اس کے ابلاغ کو کیوں روکا؟ اس سوال کا جواب اس تحریک کے پس منظر کو سامنے رکھنے سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ سید صاحب کی تحریک جہاد کے سرپرست انگریز تھے اور سید صاحب کا انگریزوں سے کوئی پیکٹ ہو چکا تھا اس لیے انگریزوں نے سید صاحب کی

؎ سید احمد شہید ص ۱۳۱

تحریک جہاد میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالی۔ اس بات کی تائید نواب امیر خان آف ٹونک اور انگریزوں کی صلح کے واقعہ سے بھی ہوتی ہے نواب امیر خان، انگریزوں کا شدید مخالف تھا۔ سید صاحب نے نواب امیر خان کی ملازمت اختیار کر کے نواب امیر خان کو سبز باغ دکھا کر اس کی انگریزوں سے صلح کرا دی۔ اس صلح کی روداد مولوی محمد جعفر کی زبان سے سُنیئے :۔

"ایک روز کا ذکر ہے کہ لشکر نواب امیر خان مرحوم سرکار انگریزی کے لشکر سے لڑ رہا تھا۔ دونوں طرف سے توپ اور بندوق چل رہی تھیں اُس وقت سید صاحب اپنے خیمہ میں تشریف رکھتے تھے آپ نے اپنا گھوڑا تیار کروایا اور اس پر سوار ہو کر غل جوڑ کے دونوں لشکروں کو چیرتے ہوئے اس مقام پر جا پہنچے جہاں سپہ سالار فوج انگریزی کا مع اپنے معاحبوں کے کھڑا تھا پس وہاں سے اُس سپہ سالار کو ساتھ لے کر پھر دونوں لشکروں کو چیرتے ہوئے اپنے خیمہ تک چلے آئے۔ یہاں آکر تھوڑی سی بات چیت کے بعد سپہ سالار مذکور نے عہد کر لیا کہ میں اسی دم اپنے لشکر کو مقابلہ نواب امیر خان صاحب سے واپس لے جاؤں گا اور پھر مقابلہ کرونگا بلکہ جہاں تک ممکن ہوگا اپنی سرکار کو اس بات پر مجبور کروں گا کہ نواب امیر خان سے صلح کر لے۔ اس وقوعہ کے بعد پھر سرکار انگریزی اور نواب امیر خان میں جنگ نہیں ہوئی۔ بلکہ صلح کی بات چیت اور رسل و رسائل شروع ہو گئے اور بعد لارڈ ہیسٹنگ صاحب بہادر وائسرائے ہند

ٹونک کا ملک، نواب صاحب کو دے کر صلح کی گئی"۔[۱]

اس صلح کے متعلق ایک اور مؤرخ (میرزا حیرت دہلوی) کی شہادت بھی سُن لیجئے:۔

"۱۲۳۱ھ تک سید صاحب، امیر خان کی ملازمت میں رہے مگر ایک نامردی کا کام آپ نے یہ کیا کہ انگریزوں اور امیر خان کی صلح کرادی۔ اور آپ ہی کے ذریعہ سے جو شہر بحالہ و ہے دیئے گئے اور جن پر آج تک امیر خان کی اولاد حکمرانی کرتی ہے دیئے گئے تھے۔ لارڈ ہیسٹنگ، سید صاحب کی بے نظیر کارگزاری سے بہت خوش تھا۔ داخل لشکروں کے بیچ میں ایک خیمہ کھڑا کیا گیا اور اس میں آدمیوں کا باہم معاہدہ ہوا۔ امیر خان، لارڈ ہیسٹنگ اور سید صاحب۔ سید صاحب نے امیر خان کو بڑی مشکل سے شیشے میں اُتارا تھا۔ آپ نے اسے یقین دلا دیا تھا کہ انگریزوں سے مقابلہ کرنا اور لڑنا بھڑنا اگر تمہارے لیے بُرا نہیں ہے تو تمہاری اولاد کے لیے سم قاتل کا اثر رکھتا ہے یہ باتیں امیر خان کی سمجھ میں آ گئی تھیں اور اب وہ اس بات پر رضامند تھا کہ گزارہ کے لیے کچھ ملک مجھے دے دیا جائے تو میں باآرام بیٹھوں۔ امیر خان نے ریاستوں اور ان کے ساتھ انگریزوں کا بھی ناک میں دم کر دیا تھا آخر

[۱] سوانح احمدی ص ۱۲۳-۱۲۵

ایک بڑے مقصد کے بعد سید احمد صاحب کی کارگزاری سے ہر ریاست میں سے ایک حصہ دے کر امیر خان سے سمجھوتہ کرلیا۔ جیسے بیچ پڑے ٹونک دلوادیا اور بھوپال سے صرف نظر۔ اسی طرح سے متفرق ہو گئے مختلف ریاستوں سے بڑی قیل وقال کے بعد انگریزوں سے دلا کر بپھرے ہوئے شیر کو اس حکمت عمل سے پنجرہ میں بند کر دیا ۱؎

یہ بیان مزید وضاحت کا محتاج نہیں اس بیان کے خط کشیدہ فقرات کو ایک بار پھر پڑھیے اور سید صاحب کی انگریز دوستی کا اندازہ لگائیے۔

۱؎ حیات طیبہ ص ۵۱۳-۵۱۵

انگریزوں سے جہاد کی اجازت

مندرجہ بالا اقتباسات و روایات سے یہ حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے کہ سید صاحب کے انگریزوں سے گہرے تعلقات تھے۔ انہوں نے انگریزوں کے ایک دیرینہ دشمن نواب امیر خان کو انگریزوں کی اطاعت پر مجبور کر دیا۔ ان تعلقات کے پیش نظر سید صاحب کو انگریزوں سے تحریک جہاد کی اجازت کی چنداں ضرورت تو نہیں تھی کیونکہ سید صاحب سب کچھ انگریزوں کے اشارہ پر کر رہے تھے لیکن سید صاحب نے رسمی طور پر صوبے کے گورنر سے جہاد کی اجازت طلب کی۔ چنانچہ مولوی محمد جعفر تھانیسری رقمطراز ہیں:۔

"اس وقت ہر شہر و قصبہ و گاؤں پر تشویش [illegible] انگریزی عملداری واقع ہندوستان میں علانیہ سکھوں پر جہاد کرنے کا وعظ ہوتا تھا مگر بپاس دُوراندیشی معرفت شیخ غلام علی صاحب رئیس اعظم الٰہ آباد کے نواب لفٹیننٹ گورنر بہادر اضلاع شمال و مغربی کو بھی اس تیاری جہاد کی اطلاع دی گئی تھی جس کے جواب میں صاحب ممدوح نے یہ تحریر فرمایا کہ جب تک انگریزی عملداری میں کسی فتنہ و فساد کا اندیشہ نہ ہو ہم ایسی تیاری کے مانع نہیں۔"

(حاشیہ بر صفحہ [illegible])

اسی اجازت جہاد کی روداد میرزا حیرت دہلوی سے بھی سن لیجیے:

"سید صاحب نے مولانا شہید کے مشورے سے شیخ غلام علی رئیس الہ آباد کی معرفت لفٹیننٹ گورنر ممالک مغربی شمالی کی خدمت میں اطلاع دی کہ ہم لوگ سکھوں پر جہاد کی تیاری کرتے ہیں۔ سرکار کو تو اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لفٹیننٹ گورنر نے صاف لکھ دیا کہ ہماری عملداری امن میں خلل نہ پڑے تو ہمیں آپ سے کچھ سروکار نہیں نہ ہم ایسی تیاری میں مانع ہیں۔"[۱]

مندرجہ بالا واقعات اس امر کے سمجھنے میں ممد ہوتے ہیں کہ سید صاحب کی تحریک جہاد میں انگریزوں کا ہاتھ تھا اس لیے انہیں سید صاحب کی اس تحریک سے قطعاً خدشہ نہیں تھا اگر انہیں سید صاحب کی غداری پر ذرا بھی شبہ ہوتا تو وہ سید صاحب کو بغاوت کے الزام میں پابند سلاسل کر کے تختہ دار پر چڑھا دیتے چونکہ انہیں سید صاحب کی وفاداری پر اعتماد تھا اس لیے وہ سید صاحب کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کرتے رہے۔

حاشیہ صفحہ سابقہ (۱) سوانح احمدی ص۴۵ حاشیہ صفحہ موجودہ (۱) حیات طیبہ ص۵۴۳

انگریزی حکومت کے متعلق سید صاحب کا فتویٰ!

انگریزی حکومت کے متعلق سید صاحب کا فتویٰ بھی پڑھ لیجئے :-

"یہ بھی ایک صحیح روایت ہے کہ جب آپ (سید صاحب) سکھوں سے جہاد کرنے کو تشریف لے جاتے تھے کسی شخص نے آپ سے پوچھا کہ آپ اتنی دور سکھوں پر جہاد کرنے کیوں جاتے ہو، انگریز جو اس ملک پر حاکم ہیں۔ دین اسلام سے کیا منکر نہیں ہیں۔ گھر کے گھر میں ان سے جہاد کر کے ملک ہندوستان لے لو۔ یہاں لاکھوں آدمی آپ کا شریک اور مددگار ہو جاوے گا۔ سید صاحب نے جواب دیا کسی کا ملک چھین کر ہم بادشاہت نہیں کرنا چاہتے ... سرکار انگریزی گو منکرِ اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کچھ ظلم اور تعدی نہیں کرتی اور نہ ہی اُن کو فرض مذہبی اور عبادت لازمی سے روکتی ہے۔ ہم ان کے ملک میں اعلانیہ وعظ کہتے اور ترویج مذہب کرتے ہیں وہ کبھی مانع اور مزاحم نہیں ہوتی بلکہ اگر ہم پر کوئی زیادتی کرتا ہے تو اس کو سزا دینے کو تیار ہے ہمارا اصل کام اشاعت توحید الٰہی اور احیاء سنن سید المرسلین ہے سو ہم بلا روک ٹوک

اس ملک میں کرتے ہیں پھر ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں اور خلاف اصول مذہب طرفین کا خون بلا سبب گراویں ۔

سید صاحب کے مندرجہ بالا بیان کے ایک ایک لفظ سے انگریز دوستی کا ثبوت ملتا ہے وہ انگریز جس نے سلطان ٹیپو شہید کی سلطنت خداداد کو تہس نہس کر دیا تھا وہ ہندوستان میں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیل رہا تھا اس کے متعلق سید صاحب کا یہ فتویٰ ہے:

"سرکار انگریزی مسلمانوں پر کچھ ظلم اور تعدی نہیں کرتی اور نہ ان کو فرض مذہبی و عبادات لازمی سے روکتی ہے"

خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا لکھیے
ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

سید صاحب کی اس خود فریبی اور خوش فہمی پر ڈاکٹر اقبال کا یہ شعر صادق آتا ہے:

ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

لگے ہاتھوں سید صاحب کے دست راست مولوی شاہ اسمٰعیل دہلوی کا فتویٰ بھی پڑھ لیجئے:

"یہ بھی صحیح روایت ہے کہ اثنائے قیام کلکتہ میں جب ایک روز مولانا محمد اسمٰعیل شہید وعظ فرما رہے تھے ایک

سوانح احمدی ص ۵۷

شخص نے مولانا سے یہ فتویٰ پوچھا کہ سرکار انگریزی سے جہاد کرنا درست ہے یا نہیں اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ ایسی بے رو ریا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں ہے۔ ؎۱

سید صاحب اور ان کے رفقاء کار کے انگریزوں کے متعلق یہی نیک خیالات تھے جن کی وجہ سے انگریز ان سے بالکل مطمئن تھے۔ انگریزوں کے اطمینان کی ایک اور شہادت بھی سن لیجئے مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں:

"جب سید صاحب تحریک بھی تو ضلع کے حکام اس سے چوکنے ہوئے اور انہیں خوف معلوم ہوا کہ کہیں ہماری سلطنت میں رخنہ نہ پڑ جائے اور موجودہ امن میں کسی قسم کا خلل واقع ہو جائے اس خطرے سے ضلع کے حکام نے حکام اعلیٰ کو لکھا۔ وہاں سے صاف جواب آگیا۔ ان سے ہرگز مزاحمت نہ کرو۔ ان کا مقصد کہ ہم سے کوئی لڑائی نہیں ہے یہ سکھوں سے انتقام لینا چاہتے ہیں ۔۔۔ ؎۲"

چونکہ ضلع کے چھوٹے افسروں کو انگریزوں سے سید صاحب کی سرکار کا علم نہیں تھا اس لیے انہوں نے سید صاحب کے جوش و خروش کو دیکھ کر خطرہ محسوس کرتے ہوئے حکام اعلیٰ کو ان کی سرگرمیوں کی اطلاع دی مگر حکام اعلیٰ کو سب کچھ معلوم تھا اس لیے انہوں نے سید صاحب کے بارے میں اطمینان دلا دیا۔

---

۱ سوانح احمدی ص۵۵ ۲ حیات طیبہ ص۵۲۳

شخص نے مولانا سے یہ فتویٰ پوچھا کہ سرکار انگریزی سے جہاد کرنا درست ہے یا نہیں اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ ایسی بے رو ریا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں ہے۔[1]

سید صاحب اور ان کے رفقاء کار کے انگریزوں کے متعلق یہی نیک خیالات تھے جن کی وجہ سے انگریز ان سے بالکل مطمئن تھے۔ انگریزوں کے اطمینان کی ایک اور شہادت بھی سن لیجیے میرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں:

"جب یہ تحریک پھیلی تو ضلع کے حکام اس سے چوکنے ہوئے اور انہیں خوف معلوم ہوا کہ کہیں ہماری سلطنت میں رخنہ نہ پڑ جائے اور موجودہ امن میں کسی قسم کا خلل واقع ہو۔ اس خطرے سے ضلع کے حکام نے حکام اعلیٰ کو لکھا۔ وہاں سے صاف جواب آ گیا۔ ان سے ہرگز مزاحمت نہ کرو۔ ان کا مقصد ہم سے کوئی لڑائی نہیں ہے یہ سکھوں سے انتقام لینا چاہتے ہیں۔"[2]

چونکہ ضلع کے چھوٹے افسروں کو انگریزوں سے سید صاحب کی ساز باز کا علم نہیں تھا اس لیے انہوں نے سید صاحب کے جوش و خروش کو دیکھ کر خطرہ محسوس کرتے ہوئے حکام اعلیٰ کو ان کی سرگرمیوں کی اطلاع دی مگر حکام اعلیٰ کو سب کچھ معلوم تھا اس لیے انہوں نے سید صاحب کے بارے میں اطمینان دلا دیا۔

---

(1) سوانح احمدی ص ۵۷ (2) حیات طیبہ ص ۵۲۳

انگریز کی طرف سے سید صاحب کو دعوتِ طعام

مولوی محمد جعفر تھانیسری لکھتے ہیں کہ :-

"جب نمازِ عشاء کی ہو چکی اس وقت ملاحوں نے عرض کیا کہ فاصلہ دور دراز سے تین مشعلیں اس طرف کو آتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ آتے آتے جب وہ مشعلیں کنارہ کے نزدیک پہنچیں تو دیکھا کہ ایک انگریز گھوڑے پر سوار بہت سا کھانا قسم قسم کا دیگچیوں میں رکھوائے ہوئے چلا آتا ہے اس نے کشتی کے نزدیک آکر پوچھا کہ پادری صاحب کہاں ہیں؟ جب حضرت نے کشتی میں سے جواب دیا تو وہ گھوڑے سے اُتر کر اور اپنی ٹوپی سر سے اُتار کر بہت ادب سے حضرت کے سامنے کشتی میں آیا۔ اور بعد سلام و مزاج پرسی کے عرض کیا کہ تین روز سے میں نے نوکر واسطے لانے خبر تشریف آوری حضور اس طرف تعینات کر رکھے تھے۔ سو آج انہوں نے مجھ کو خبر دی۔ سو یہ ماحضر واسطے حضور اور کل قافلے کے تیار کر کے لایا ہوں۔ امیدوار ہوں کہ اس کو قبول فرمائیں۔ حضرت نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ فوراً وہ کھانا اپنے برتنوں میں لے کر قافلے میں تقسیم کر دو۔ قریب دو گھڑی تک وہ انگریز

حضور میں حاضر رہا اور پھر رخصت لے کر مع اپنے آدمیوں کے واپس چلا گیا۔[1]

یہی واقعہ سید صاحب کے خاندان کے ایک نامور عالم اور مصنف مولانا ابوالحسن علی ندوی کی زبان سے بھی سن لیجئے۔

"اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک انگریز گھوڑے پر سوار چند پالکیوں پر کھانا رکھے کشتی کے قریب آیا اور پوچھا کہ پادری صاحب کہاں ہیں۔ حضرت نے کشتی پر سے جواب دیا کہ میں یہاں موجود ہوں۔ انگریز گھوڑے پر سے اترا اور ٹوپی ہاتھ میں لیے کشتی پر پہنچا اور مزاج پرسی کے بعد کہا کہ تین روز سے میں نے اپنے ملازم یہاں کھڑے کر دیے تھے کہ آپ کی اطلاع کریں، آج انہوں نے اطلاع دی کہ اغلب ہے کہ حضرت قافلے کے ساتھ تمہارے مکان کے سامنے پہنچیں۔ یہ اطلاع پا کر غروب آفتاب تک میں کھانے کی تیاریوں میں مشغول رہا۔ سید صاحب نے حکم دیا کہ کھانا اپنے برتنوں میں منتقل کر لیا جائے۔ کھانے کو قافلے میں تقسیم کر دیا گیا اور انگریز دو تین گھنٹہ ٹھہر کر چلا گیا۔"[2]

کیا انگریز کی اس دعوت سے یہ حقیقت واضح نہیں ہوتی کہ انگریز، سید صاحب کو اپنا آدمی سمجھتے تھے اگر وہ سید صاحب کو دشمن سمجھتے تو انہیں سید صاحب کی اس خصوصی دعوت کے اہتمام کی کیا ضرورت تھی۔

1۔ سوانح احمدی ص ۔۔ 2۔ سیرت سید احمد شہید حصہ اول از مولانا ابوالحسن ندوی ص ۔

مولانا عبدالحی، سابق ملازم افرنگ

مولانا غلام رسول مہر سید صاحب کی جماعت کے ایک ممتاز رکن مولانا عبدالحی کے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"انگریزوں کو ابتدائے حکومت میں اس بات کی بڑی خواہش تھی جستجو تھی کہ خاندانی و ذی وجاہت علماء افتاء و صدارت کے مناصب قبول کر لیں تاکہ شمالی ہند انگریزی حکومت علماء کے نزدیک مقبول ہو سکے۔ چنانچہ میرٹھ میں مفتی عدالت کا عہدہ خالی ہوا تو کوشش کی گئی کہ شاہ عبدالعزیز، مولانا عبدالحی کو یہ عہدہ قبول کرنے کی اجازت دے دیں اور انہوں نے اجازت دے دی۔ پس کچھ مدت تک مولانا عبدالحی میرٹھ میں مفتی عدالت رہے ہیں۔"[1]

مولانا عبدالحی کے سابق ملازم افرنگ ہونے کے واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ انگریزوں نے سید صاحب کی تحریک میں اپنے معتمد آدمی اس غرض سے داخل کر رکھے تھے کہ وہ انگریزوں کی ہدایات کے مطابق تحریک کو چلائیں۔

سید صاحب جاسوس افرنگ ہونے کا ثبوت

مولانا غلام رسول مہر سید صاحب کے سندھ میں داخلہ کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

[1] جماعت مجاہدین صـ ۱۱

①

"انگریزوں کے بارے میں عام سندھیوں کی رائے اچھی نہ تھی۔ سید صاحب کو بے سبب ان تمام شبہات کا ہدف بننا پڑا۔"[1]

②

"یہ شہر (شکارپور) پہلے شاہ شجاع سابق بادشاہ افغانستان کے قبضے میں تھا جو اپنے بھائی محمود شاہ کے مقابلے میں شکست کھا کر پنجاب سے ہوتا ہوا انگریزوں کے پاس پہنچ چکا تھا اور لدھیانے میں مقیم تھا۔ سید صاحب کے پہنچنے سے تین برس پیشتر امیران سندھ نے اس پر قبضہ کر لیا۔ سید صاحب پہنچے تو اہل شہر میں خدا جانے کس بنا پر افواہ پھیل گئی کہ شاہ شجاع نے ایک دستہ فوج اس غرض سے بہ تبدیل لباس بھیج دیا ہے کہ خفیہ خفیہ شکارپور پر قبضہ کر لے۔ اس پر اضطراب پیدا ہوا۔ حاکم شہر کو حکم دینا پڑا کہ سید صاحب کے غازی شہر میں داخل نہ ہوں۔"[2]

چونکہ سید صاحب کو قدم قدم پر انگریزوں کی تائید و حمایت حاصل تھی اور سید صاحب کی زبان پر بھی انگریزوں کی تعریف و توصیف تھی اس لیے سید صاحب پر انگریزوں کے ایجنٹ ہونے کا شبہ بے جا نہیں تھا۔

③

۱؎ سید احمد شہید ص ۳۹۴ ۲؎ ایضاً ص ۳۹۶

سید صاحب اور ان کی جماعت کے خلاف سرحد کے علماء نے جو فتویٰ تیار کیا تھا جس پر بہت سے علماء کی مہریں ثبت تھیں اس کا مضمون یہ تھا کہ:

"سید صاحب چند طالبوں کو اپنے ساتھ ملا کر تھوڑی سی جمعیت کے ہمراہ افغانستان گئے ہیں۔ وہ بظاہر جہاد فی سبیل اللہ کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن یہ ان کا فریب ہے وہ ہمارے اور تمہارے مذہب کے مخالف ہیں ایک نیا دین انہوں نے نکالا ہے۔ کسی ولی یا بزرگ کو نہیں مانتے، سب کو برا کہتے ہیں۔ انگریزوں نے انہیں تمہارے ملک کا حال معلوم کرنے کی غرض سے جاسوس بنا کر بھیجا ہے۔ ان کی باتوں میں نہ آنا۔ عجب نہیں تمہارا ملک چھین لیں۔ جس طرح ہو سکے اخراج کر دو۔ اگر اس باب میں غفلت یا سستی برتو گے تو پچھتاؤ گے اور ندامت کے سوا کچھ نہ پاؤ گے"[1]

مندرجہ بالا فتویٰ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ سرحدی مسلمانوں نے سید صاحب کی انگریز دوستی کی وجہ سے ان کا ساتھ نہ دیا اور سید صاحب کی جماعت سے سرحد میں جو سیاسی اور مذہبی غلطیاں ہوئیں اُن کی تفصیل کے لیے ایک مستقل تصنیف کی ضرورت ہے چونکہ وہ ہمارے موضوع سے متعلق نہیں ہیں اس لیے ہمیں ان کے تفصیلی تذکرہ کی ضرورت نہیں ہے اور یہی غلطیاں سید صاحب کی ناکامی کا باعث

---

[1] سید احمد شہید صفحہ ۱۴۰

ہوئیں۔ یہاں ان غلطیوں کے بارے میں مولانا عبیداللہ سندھی کا یہ ارشاد نقل کر دینا کافی ہے کہ:۔

"غلطیاں اس قدر ہوئیں کہ ان کا لازمی نتیجہ شکست تھا۔"[1]

سید صاحب کی انگریز دوستی کے متعلق اپنوں کی شہادتیں

(۱)

مولوی محمد جعفر تھانیسری لکھتے ہیں کہ:

"اس سوانح (سوانح احمدی) اور مکتوبات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب کا سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہ تھا وہ اس آزاد عملداری کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے اور اس میں شک نہیں کہ اگر سرکار انگریزی اس وقت سید صاحب کے خلاف ہوتی تو ہندوستان سے سید صاحب کو کچھ بھی مدد نہ پہنچتی۔ مگر سرکار انگریزی اس وقت دل سے چاہتی تھی کہ سکھوں کا زور کم ہو۔"[2]

مولوی محمد جعفر کے اس بیان کی تصدیق مشہور بنگالی مورخ میجر باسو کی حسب ذیل تحریر سے ہوتی ہے۔

"برطانوی حکمران اس دن کا بے چینی سے منتظر رہ

---

[1] شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک ص ۱۲۲ [2] سوانح احمدی ص ۱۳۹

رہے تھے کہ وہ رنجیت سنگھ کی دولت اور سلطنت پر قبضہ کر سکیں اس میں مطلق شک نہیں کہ پنجاب میں تمام فسادات، انتشار اور پراگندگی کا سبب خود انگریز تھے تاکہ اسے کمزور کر کے اپنی سلطنت سے اس کا الحاق کر لیں۔[1]"

(۲)

"پندرہ برس کے بعد سلطنت پنجاب، متعصب اور ظالم سکھوں کے ہاتھ سے نکل کر ایک ایسی عادل اور آزاد اور لامذہب (انگریزی) قوم کے ہاتھ آگئی کہ جس کو ہم مسلمان (مریدان سید صاحب) اپنے ہاتھ پر فتح ہونا تصور کرتے ہیں اور غالباً سید صاحب کے الہام کی تصحیح تاویل یہی ہوگی جو ظہور میں آئی۔[2]"

(۳)

"آپ (سید صاحب) کے سوانح عمری اور مکاتیب میں بیس سے زیادہ ایسے مقام پائے گئے ہیں جہاں کھلے کھلے اور اعلانیہ طور پر سید صاحب نے بدلائل شرعی اپنے پیرو لوگوں کو سرکار انگریزی کی مخالفت سے منع کیا ہے . . . سید صاحب کا جہاد صرف اس وقت کے ان ظالم سکھوں سے تھا جنہوں نے اس وقت پنجاب کے مسلمانوں پر قیامت برپا کر رکھی تھی۔ نہ کہ

[1] ہندوستان میں مغربی اقتدار کا عروج۔

[2] سوانح احمدی ص [illegible]

سرکار انگریزی سے ــــــ پس اس امر میں بھی ان دو مریدوں نے سید صاحب، کو سید صاحب کی پیروی کرنی ضرور و لازم تھی۔"[۱]

میرزا حیرت دہلوی کی شہادت

میرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں:-

"یہ تمام یقینی ثبوت صاف اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ جہاد صرف سکھوں سے مخصوص تھا سرکار انگریزی سے مسلمانوں کو ہرگز مخاصمت نہ تھی۔"[۲]

مولوی جعفر تھانیسری پر تحریف کا بے بنیاد الزام

مولانا غلام رسول مہر نے اپنی تصانیف میں بعض مفروضات کی بنا پر جناب سید احمد بریلوی کو انگریز کا مخالف ثابت کرنے کی انتہائی کوشش کی لیکن کوئی ٹھوس ثبوت فراہم نہیں کر سکے انہوں نے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے مولوی محمد جعفر تھانیسری پر سید صاحب کے مکاتیب میں تحریف کرنے کا بے بنیاد الزام عائد کیا ہے۔ مولانا مہر نے اپنی تصنیف "سید احمد شہید" میں "سوانح احمدی" مصنفہ مولوی محمد جعفر تھانیسری سے سید صاحب کے مکاتیب کے چار اقتباس درج کئے ہیں اور انہیں غلط ٹھہرا کر ان کے مقابلے میں سید صاحب کے چار مکتوبات کے اقتباس

---

[۱] سوانح احمدی صہ ۱۳۶ [۲] حیات طیبہ صہ ۲۹۳۔

اس مجموعہ سے دیئے ہیں جو مولانا قمر کے پاس ہے۔ مولانا قمر نے اپنے مجموعہ مکاتیب کو صحیح قرار دیا ہے اور سوانح احمدی کے مکاتیب کو غلط قرار دیا ہے۔ مولانا قمر نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اصل مکاتیب میں جہاں انگریزوں کے نام کے ساتھ مخالفت ہے وہاں مولوی محمد جعفر نے سکھوں کے نام کے ساتھ مخالفت لکھ دی لیکن اس سلسلے میں پہلی قابل غور بات یہ ہے کہ مولانا قمر نے مولوی محمد جعفر صاحب جیسے مستند شخصیت پر تحریف کا الزام عائد کر کے مولوی صاحب کو وہ معزول میں بددیانت ثابت کیا ہے جو سید صاحب کے مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والے اہل علم حضرات کے لیے ناقابل تسلیم ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ مولوی محمد جعفر صاحب کی تصنیف سوانح احمدی کو شائع ہوئے تقریباً ایک صدی ہو چکی ہے اس عرصہ میں کسی مؤرخ محقق اور عالم نے مولوی صاحب پر تحریف کا الزام عائد نہیں کیا۔ اس عرصہ میں سید صاحب کے مکاتیب تک مولانا قمر کے سوا کسی کو دسترس حاصل نہیں ہوئی۔

تیسری بات یہ ہے کہ مولانا قمر کے پاس جو ذخیرۂ مکاتیب ہے وہ اصل نہیں بلکہ نقل ہے، اور نقل بھی نقل در نقل۔ خدا معلوم یہ مجموعہ کتنے واسطوں سے نقل ہوتا ہوا مولانا قمر تک پہنچا ہے۔ یہ امر بھی غور طلب ہے کہ قمر صاحب کے پاس جو ذخیرۂ مکاتیب ہے۔ اس کی حیثیت کیا ہے کہیں یہ ذخیرہ صرف مولوی محمد جعفر کو محرف ثابت کرنے کے لیے تو وجود میں نہیں لایا گیا؟

افادات سرسید احمد خان

(۱)

ذیل میں سرسید احمد خان کے اس معرکۃ الآرا مقالہ سے ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے جو انہوں نے بنگال کے ایک معزز سرکاری افسر ولیم ہنٹر آئی سی ایس کی کتاب "ہمارے ہندوستانی مسلمان" کے جواب میں سپرد قلم کیا تھا اس مقالہ میں سرسید احمد خان تحریک وہابیت کے متعلق ڈاکٹر ہنٹر کی غلط فہمی کا ازالہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"جو کام اُس زمانہ کے وہابی کرتے تھے ان سے گورنمنٹ انگریزی واقف تھی اور کسی طرح ان لوگوں کی طرف گورنمنٹ کی بدخواہی کا گمان نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ اس زمانہ میں علی العموم مسلمان لوگ عوام کو سکھوں پر جہاد کرنے کی ہدایت کرتے تھے تاکہ وہ اپنے ہم وطن مسلمانوں کو اس قوم کے ظلم و تعدی سے نجات دیں اُس زمانہ میں مجاہدین کے پیشوا سید احمد صاحب تھے مگر وہ واعظ نہ تھے۔ واعظ اعظم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب تھے جن کی نصیحتوں سے مسلمانوں کے دلوں میں ایک ایسا ولولہ اثر خیز پیدا ہوتا تھا جیسا کہ کسی بزرگ کی کرامت کا ظہور ہوتا ہے مگر اس واعظ نے اپنے زمانہ میں کبھی کوئی لفظ اپنی زبان سے ایسا نہ نکالا جس سے

ان کے ہم عشریوں کی حیثیت تو ذرا سی گورنمنٹ انگریزی کی طرف
سے برافروختہ ہو۔ بلکہ ایک مرتبہ وہ کلکتہ میں سکھوں پر جہاد کرنے
کا وعظ فرما رہے تھے۔ اثنائے واعظ میں کسی شخص نے ان سے
دریافت کیا کہ تم انگریزوں پر جہاد کرنے کا وعظ کیوں نہیں کرتے
وہ بھی تو کافر ہیں۔ اس کے جواب میں مولوی محمد اسمٰعیل صاحب
نے فرمایا کہ انگریزوں کے عہد میں مسلمانوں کو کچھ اذیت نہیں ہوتی
اور چونکہ ہم انگریزوں کی رعایا ہیں اس لیے ہم پر اپنے مذہب
کی رو سے یہ بات فرض ہے کہ انگریزوں پر جہاد کرنے میں
ہم کبھی شریک نہ ہوں پس اس زمانہ میں ہزاروں مسلح مسلمان اور
بے شمار سامان جنگ وغیرہ سکھوں پر جہاد کرنے کے واسطے
ہندوستان میں جمع ہو گیا۔ مگر جب صاحب کمشنر اور صاحب
مجسٹریٹ کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے گورنمنٹ
کو اطلاع دی۔ گورنمنٹ نے ان کو صاف لکھا کہ تم کو اس معاملہ
میں ہرگز دست اندازی نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ ان کا ارادہ کچھ
گورنمنٹ انگریزی کے مقاصد کے خلاف نہیں ہے غرض کہ
سنہ ۱۸۲۶ء میں یہ لوگ سکھوں پر جہاد کرنے کے واسطے سرحد
پر پہنچے اور اس کے بعد ہندوستان سے برابر ان کے پاس مدد
پہنچتی رہی اور گورنمنٹ بھی اس امر سے بخوبی واقف تھی جس کے
ثبوت میں ایک مقدمہ کی کیفیت نظیراً میں درج ذیل کرتا ہوں:۔
دہلی کے ایک ہندو مہاجن نے جس کے پاس جہادی گروہ
کی امداد کے واسطے روپیہ جمع کیا گیا تھا امداد کے روپیہ میں

ترغیب دی۔ اس وقت اس نے صاف بیان کیا کہ ہندوستان کے رہنے والے جو سرکار انگریزی کے امن میں رہتے ہیں ہندوستان میں جہاد نہیں کر سکتے اس لیے ہزاروں آدمی جہادی ہر ایک ضلع ہندوستان میں جمع ہوئے اور سرکار کی عملداری میں کسی طرح کا فساد نہیں کیا۔ اور غربی سرحد پنجاب پر جا کر لڑائی کی[1]۔"

(۳)

سر سید احمد خان دہلی کے وہابی علماء کی فتویٰ جہاد سے برات ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"دلی میں ایک بہت بڑا گروہ مولویوں اور ان کے تابعین کا ایسا تھا کہ وہ مذہب کی رو سے مغل بادشاہ دلی کو بہت برا اور بدعتی سمجھتے تھے۔ نماز جمعہ و عیدین دلی کی جن مسجدوں میں بادشاہ کا تعلق و دخل اور اہتمام ہے ان مسجدوں میں نماز درست نہیں۔ چنانچہ وہ لوگ جامع مسجد میں نماز نہیں پڑھتے تھے اور غدر سے بہت قبل کے چھپے ہوئے فتوے اس معاملہ میں موجود ہیں پھر کس کی عقل قبول کر سکتی ہے کہ ان لوگوں نے جہاد کے درست ہونے میں اور بادشاہ کو سردار بنانے میں فتویٰ دیا ہوگا[2]۔"

۱؎ اسباب بغاوت ہند ۱۸۵۸ء، سر سید احمد خان ص ۔

۲؎ اسباب بغاوت ہند ص ۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں وہابیوں کی عدم شمولیت

مولانا محمد جعفر تھانیسری لکھتے ہیں کہ :-

"حالانکہ ابتدائے عملداری سرکار سے وہابیوں سے قبل انگریز تو درکنار کبھی کوئی حرکت خلاف تہذیب بھی سرزد نہیں ہوئی بلکہ بغاوت ۱۸۵۷ء کے عام فتنہ کے وقت بجائے بغاوت اور فساد کے وہابیوں نے انگریزوں کی میم اور بچوں کو باغیوں کے ہاتھ سے بچا کر اپنے گھروں میں چھپا رکھا" ؎

مقالات سر سید کے مرتب کا تبصرہ

"مقالات سر سید" کے مرتب جناب محمد اسمٰعیل پانی پتی نے "مقالات سر سید" حصہ شانزدہم میں سر سید کے مقالہ بعنوان "حضرت سید احمد صاحب قدس سرہٗ" کے فٹ نوٹ میں جناب سید احمد صاحب بریلوی کی انگریز دوستی کے موضوع پر بڑا حقائق و معارف تبصرہ کیا ہے چونکہ یہ تبصرہ ہمارے موضوع زیر بحث سے خاص تعلق رکھتا ہے لہٰذا سے بہ تمام و کمال ذیل میں درج کیا جاتا ہے :

"اس مضمون میں بعض حضرت یہ لکھ گئے ہیں کہ "در اصل حضرت

؎ کالا پانی از مولوی محمد جعفر تھانیسری شائع کردہ مقالع ادب لاہور ص ۳۴ ۔

سید احمد شہید کا مقصد انگریزوں کے خلاف جہاد کی بات جنکو تو دلیسے رہی درمیان میں آگئے" یا "اگر سکھ آزادیٔ وطن کے جہاد میں حضرت سید احمد کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوتے تو خود ان سے رزم و پیکار کی کوئی وجہ نہ ہوتی۔" یا "سکھوں سے فارغ ہونے کے بعد حضرت شہید کا اصل ارادہ انگریزوں سے جہاد کا تھا۔"

مگر واقعہ یہ ہے کہ ان تینوں بیانات کا کوئی حقیقی ثبوت موجود نہیں اور صاف اور سچی بات یہی ہے کہ ہرگز ہرگز حضرت کا ارادہ انگریزوں سے جہاد کا نہ تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو سرسید (جو حضرت شہید کے سب سے قریب العہد مصنف ہیں) ضرور اس کا ذکر کرتے۔ سرسید کا یہ بیان اس بنا پر بھی نہایت معتبر و مستند اور محکم و مضبوط ہے کہ حضرت شہید، سرسید کے ساتھ میں تھے اور ان کی شہادت کے صرف چار پانچ برس بعد ہی سرسید نے ان کا یہ تذکرہ لکھا۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے اس سے پہلے کا کوئی بیان حضرت شہید کے متعلق موجود نہیں۔ سوا کوئی وجہ نہیں کہ حضرت شہید کے متعلق اس اولین بیان کو جو ان کے ایک ہم عصر نے دیا ہے ہم معتبر اور مستند نہ سمجھیں۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب کے جواب میں جو مضمون سرسید نے ۱۸۷۱ء میں لکھ کر انگریزی کے اخبار پائنیر (PIONEER) الہ آباد میں اور اردو میں علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ میں شائع کرایا تھا اس سے بھی نہایت واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت شہید کے جہاد کا رخ صرف اور صرف سکھوں کے خلاف تھا۔[1]

---

[1] ملاحظہ فرمائیں مقالات سرسید حصہ شانزدہم ص ۱۳۱ تا ۱۴۳ ۔

دوسرا اہم معاصر مؤرخ فرانس کا مشہور مستشرق گارسن دتاسی ہے جس کی "تاریخ ادب اردو" کی تلخیص اردو میں "طبقات الشعرائے ہند" کے نام سے مولوی کریم الدین پانی پتی، وہ ایک انگریز ایف. فیلن نے ۱۸۴۸ء میں شائع کی جس میں گارسن دتاسی سید احمد کے متعلق صاف طور پر لکھتا ہے کہ

"وہ بیس برس کا عرصہ ہوا کر سکھوں کے خلاف جہاد کرتا ہوا مارا گیا"[1]

اور اس بات کا اشارۃً بھی کوئی ذکر نہیں کرتا کہ وہ یعنی سید احمد انگریزوں کا بھی دشمن تھا اور ان کے خلاف جہاد کرتا یا جہاد کا ارادہ رکھتا تھا۔ نیز نواب صدیق حسن خان نے بھی "ترجمان وہابیہ" کے صفحہ ۱۲، ۸۸ پر یہی بات لکھی ہے کہ۔

"حضرت شہید کا جہاد انگریزوں کے خلاف نہ تھا۔"

ان ہم عصر مؤرخوں کے ان واضح بیانات کی موجودگی میں اب ۱۱۰ برس کے بعد یہ کہنا کہ

"سید حضرت شہید انگریزوں کے خلاف جہاد کا عزم بالجزم رکھتے تھے۔"

ایک ایسا دعویٰ ہے جو اپنے ساتھ کوئی عقلی یا نقلی دلیل نہیں رکھتا۔ علاوہ ازیں ایک معمولی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ اگر سید احمد انگریزوں کے دشمن ہوتے اور ان کے خلاف جہاد کا ارادہ رکھتے یا اس سلسلہ میں کوئی جدوجہد کرتے یا لوگوں کو انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کے لیے

[1] طبقات شعرائے ہند صفحہ ۲۹۵ مطبوعہ ۱۸۴۸ء

آمادہ عمل کرتے، عوام و خواص میں اس ارادہ کا اظہار کرتے تو انگریز ہرگز ایسے بے وقوف اور ناواقف نہیں تھے کہ اپنے دشمن کو کھلی چھٹی دے دیتے کہ ہمارے ملک میں بیٹھ کر ہمارے خلاف بے فکری سے جہاد کی تیاری کرو۔ وہ تو فوراً ان کا قلع قمع کر کے رکھ دیتے۔ جیسا منجملہ ان سب لوگوں کا کر دیا جن کو انہوں نے بتایا مقابل اور دشمن سمجھا۔ برخلاف اس کے سید احمد سے انگریز شروع سے آخیر تک نہایت نرمی و ملائمت، شفقت ہمدردی و اعانت، انتہائی شفقت و مروت اور بے حد تعظیم و تکریم سے پیش آتے رہے۔ چنانچہ انگریزوں نے ان کی ان تحریکوں، سکھوں کے خلاف ان کے جہاد کو نہایت پسند کیا اور اس پر خوشی کا اظہار کیا۔ ان کی جہادی سرگرمیوں پر سرکار نے ہرگز کوئی پابندی عائد نہیں کی۔ بلکہ جب ایک انگریز مجسٹریٹ نے ایسا اقدام کرنا چاہا تو انگریزی حکومت نے سختی سے اُسے روک دیا اور مجسٹریٹ کو حکم دیا کہ حضرت سید صاحب اور ان کے لشکر سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔ اور ان کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالی جائے پھر جب تک مجاہدین سرحد پر سکھوں سے برسرپیکار رہے پٹنہ، بنگال اور دوسرے انگریزی علاقوں سے برابر اُن کے پاس روپیہ اور سامان بلا روک ٹوک پہنچتا رہا۔ جب جمع شدہ چندہ میں ایک ہندو مہاجن نے تغلب اور بددیانتی کی تو اس کا دعویٰ بھی مہاجن پر شاہ محمد اسحاق نے انگریزی عدالت میں کیا۔ انگریزی عدالت نے مجاہدین کے حق میں فیصلہ دیا اور روپیہ مجاہدین کو دلوایا جو فوراً سرحد پہنچا دیا گیا

ان مذکورہ بالا سب ہی باتوں کے ثبوت مستند تاریخوں اور معتبر بیانوں میں موجود ہیں۔ جن سے انکار کی جرأت کوئی شخص نہیں کر سکتا۔ اگر ہم سارے

شبہ انگریزوں کو ہوتا کہ حضرت سید احمد ہم پر جہاد کا مقصد رکھتے ہیں اور اس غرض کے لیے فوج، سامان اور روپیہ جمع کر رہے ہیں تو وہ آپ کو فوراً ہی گرفتار کر کے پھانسی پر لٹکا دیتے۔

اس سلسلہ میں یہ امر بھی خاص طور سے غور طلب ہے کہ جب حضرت شہید بعزم جہاد صوبہ سندھ اور سرحد کے علاقہ میں داخل ہوئے اور جو اس وقت انگریزی عملداری میں نہ تھے، تو ان کے متعلق عام طور سے یہ شبہ کیا گیا کہ یہ انگریزوں کے جاسوس ہیں اور یہ شبہ محض اس بنا پر کیا گیا کہ حضرت شہید کے تعلقات انگریزوں سے نہایت درجہ خوشگوار تھے۔ اگر حضرت شہید انگریزوں کے دشمن ہوتے اور علی الاعلان اس کا اظہار کرتے اور ان کے خلاف جہاد کی تیاری کرتے تو ان پر انگریزوں کے جاسوس ہونے کا شبہ کبھی نہ کیا جاتا۔ اس بات کو مثال سے یوں سمجھئے کہ اگر رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر مرحوم روس جاتے تو کیا روسی یہ شبہ کرتے کہ ہندوستان سے انگریزوں کا یہ جاسوس یہاں آیا ہے۔

ایک اور پختہ ثبوت اس بات کا کہ حضرت سید احمد اور آپ کے مجاہدین کی نیت یا ارادہ یا خیال ہرگز نہ تھا کہ انگریزوں سے جہاد کیا جائے یہ ہے کہ حضرت سید احمد کے شہید ہونے کے صرف ۲۶ برس بعد جب ۱۸۵۷ء میں ہر طرف انگریزوں کے خلاف بغاوت کے شعلے زور و شور سے بھڑکے، ہندوستان کی سرزمین انگریزوں پر تنگ ہو گئی، ان کو اپنی تباہی اور ہلاکت سامنے نظر آنے لگی، اور ہر جگہ وہ بے دردی سے قتل کیے جانے لگے تو اس قیامت خیز ہنگامہ میں حضرت سید احمد شہید کے گروہ کا ایک شخص بھی شریک نہ ہوا۔

(حاشیہ برصفحہ آئندہ)

علاوہ ازیں مولوی عبدالرحیم صادق پوری جو اس زمانے کے مصنف تھے اپنی کتاب میں لکھتے ہیں :-

"آپ تابع سید احمد صاحب کی یہ روش رہی کہ وہ ایک طرف لوگوں کو سکھوں کے خلاف آمادہ جہاد کرتے اور دوسری طرف صرف حکومت برطانیہ کی امن پسندی جتا کر لوگوں کو انگریزوں کے مقابلے سے روکتے تھے۔"[1]

اگر حضرت سید احمد شہید کی جماعت انگریزوں کی دشمن ہوتی تو یہ موقع اس جماعت کے لیے انگریزوں کے خلاف کھڑے ہونے کا بہترین تھا کیونکہ اس وقت بظاہر یہی نظر آرہا تھا کہ انگریزوں کی حکومت اب گئی اور اب گئی ——— ایسی حالت میں بجائے اس کے سید احمد بڑی خوشی سے انگریزوں کے خلاف جنگ میں شریک ہو جاتے ہیں معلوم ہوا کہ حضرت سید احمد کا یہ منشاء تھا انہوں نے اپنی جماعت کو اس کی تلقین کی اور ان کی جماعت نے انگریزوں کے خلاف کبھی کسی ہنگامہ میں کسی قسم کی مدد دی۔ اس موقعہ پر بڑے تماشے کی بات یہ ہے کہ ہنگامہ ۱۸۵۷ء میں پورے جوش کے ساتھ انگریزوں کے خلاف جنگ میں حصہ لینے والے وہ سب کے سب علمائے کرام شامل تھے جو عقیدۃً حضرت سید احمد اور حضرت شاہ اسمٰعیل کے شدید ترین دشمن تھے اور جنہوں نے ——— حضرت

[2] (حاشیہ صفحہ سابق) سلہ مقالات سرسید حصہ شانزدہم صفحہ ۱۹۲۔

[1] (حاشیہ صفحہ موجودہ) سلہ الدر المنثور صفحہ ۱۳۵۔

شاہ اسمٰعیل کے رد میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں اور اپنے شاگردوں کو لکھنے کی وصیت کی۔ اگر انہیں ذرا سا بھی شبہ ہو جاتا کہ سید احمد اور شاہ اسمٰعیل انگریزوں کے مخالف تھے اور ان سے جنگ کرنا چاہتے تھے تو باہم دشمنی اتنی شدید تھی کہ وہ فوراً سب علماء و فضلاء سید احمد کی دشمنی میں انگریزوں سے صلح کر لیتے اور ہرگز ان کے خلاف فتوے نہ دیتے۔"[1]

(۲)

مقالات سرسید حصہ شانزدہم میں سرسید احمد خان کے مضمون بعنوان "محی السنۃ قامع البدعۃ مولانا مولوی محمد اسمٰعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ" کے فٹ نوٹ میں مقالات سرسید کے مرتب جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی رقمطراز ہیں:

"جناب خلیق احمد نظامی نے "۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامچہ" کے دیباچہ میں صفحہ ۱۵ پر ..... بہت سے بے بنیاد الزامات کو پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی سعی فرمائی ہے کہ ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف پیدا ہونے والی تحریکوں کے بانی

WWW.NAFSEISLAM.COM

[1] یہ تو سرسید احمد خان کی سوچ ہے کہ علمائے حق بھی سید احمد کی مخالفت کی وجہ سے انگریزوں کے ساتھ صلح کر لیتے مگر حقیقت میں ایسا کبھی نہیں ہوا علمائے حق نے احقاق حق کو کسی مصلحت کا شکار نہیں ہونے دیا بلکہ بے دریغ سے جو کچھ حق تھا ظاہر کرتے تھے سرسید چونکہ خود مصلحت پسند سیاسی ذہن کا بندہ تھا اس لیے دوسروں کو بھی اپنے پر قیاس کر تا رہا۔ (راشد)

[2] مقالات سرسید حصہ شانزدہم ص ۲۳۸ تا ۲۵۲

دراصل سید احمد شہید اور حضرت شاہ اسمٰعیل شہید ہی تھے اور ۱۸۵۷ء میں جو کچھ ہوا وہ ان دونوں حضرات کی تبلیغ ہی کا نتیجہ تھا۔ مگر اس بیان کو حقیقت سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ حضرت سید احمد بریلوی اور حضرت شاہ صاحب کی عملی زندگی سب پر روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ چنانچہ ان حضرات کے انگریزوں سے جیسے اچھے تعلقات تھے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں اور سرسید کی اس عبارت کا سیاق و سباق بھی بتاتا ہے کہ یہ لوگ صرف اسی خیال سے سرحد جاتے تھے کہ سکھوں کے خلاف جس تحریک کو ہمارے پیرومرشد نے شروع کیا تھا اُسے جاری رکھا جائے۔ چنانچہ ۱۸۴۳ء میں مولوی ولایت علی صادق پوری جہاد کی غرض سے بالا کوٹ گئے اور اس وقت مجاہدین کشمیر کے راجہ گلاب سنگھ سے مصروف پیکار تھے۔ اگر یہ لوگ انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کے لیے جاتے تھے تو انگریزوں نے روکا کیوں نہیں؟ اور پھر سرسید نے ان انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے والوں کو کیوں سراہا؟ جبکہ وہ اس وقت انگریز کے ملازم بھی تھے۔ نیز اس وقت تک پنجاب انگریزوں کے قبضے میں بھی نہیں آیا تھا۔

یہ بات درست ہی ہے کہ ۱۸۵۷ء کے چند سال بعد سید صاحب کے متبعین نے سرحد پر لڑائیاں شروع کر دیں۔ مگر اس کا ذمہ دار سید احمد اور شاہ صاحب کو قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ یہ دیکھا گیا ہے کہ تحریکوں کے بانیوں کے مرجانے کے

بعد پس ماندگان اپنی اپنی راہیں خود متعین کر لیا کرتے ہیں اسی طرح اگر سید والحسن نے انگریزوں کے خلاف کچھ کیا تو یہ اُن کا اپنا معاملہ ہے سید صاحب اور شاہ صاحب نے جو کام نہیں کیا اور جس کے کرنے کا نہ کبھی اظہار کیا اس کو خواہ مخواہ اُن کے ذمے لگانا تاریخ کے ساتھ ظلم کرنا ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ ملک کے آزاد ہو جانے کے بعد ہر مذہبی جماعت اپنے اپنے اکابر کو انگریز دشمن ثابت کرنے میں مصروف ہے اور یہی جذبہ شاہ صاحب اور سید صاحب کو انگریز دشمن ثابت کرنے کے لیے مجبور کر رہا ہے اور یہ جذبہ پیدا بھی ایسے مخلصوں میں ہوا ہے جن کے قلم کے حسن کی گرفتاریاں خاص شہرت رکھتی ہیں۔ ؎

WWW.NAFSEISLAM.COM
"THE NATURAL DIGEST OF AHLESUNNAT WAL JAMAAT"

؎ مقالات سر سید حصہ نہم ص ۳۱۸ تا ۳۱۹